AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN: 3006-6921

"دھرم کے قفس میں قید انسان"

[مذہبی جبر اور انسانی آزادی کے تصادم کی کہانی، ناول "انسان و دیوتا" ایک تحقیق و تجزیاتی مطالعہ]

ڈاکٹر طارق بن عمر

انچارج شعبہ اردو،

اسسٹنٹ پروفیسر،

شعبہ اردو، جامعہ شاہ عبداللطیف، خیرپور۔

Abstract: *The Novel (انسان اور دیوتا) represents the deep-rooted class division in Indian society that mentally enslaved an entire population. It explores how human arrogance and negative thinking impact personality and lead to the spread of evil. This is the core massage of Naseem Hijazi's powerful work, (انسان اور دیوتا).*

Keywords: *Society, Division, Mindset, Struggle, Action.*

تلخیص: ناول "انسان اور دیوتا" ہندوستان سماج میں پائے جانے والے اُس طبقاتی تقسیم کی نمائندگی کرتا ہے، جس نے پورے معاشرے کو ذہنی غلام بنادیا تھا۔ انسان کا تکبر، منفی سوچ، شخصیت پر کیسے اثرانداز ہوتی ہے، اور برائیاں کیسے پھیلتی ہیں، یہ نسیم حجازی کا ناول "انسان اور دیوتا" حاصل ہے۔

کلیدی الفاظ: معاشرہ، تقسیم، سوچ، جدوجہد، عمل۔

"انسان اور دیوتا" نسیم حجازی کا یاک ایسا ناول ہے جس نے ہندوستان میں موجود طبقاتی تقسیم کو یوں بیاں کیا ہے کہ ایک جانب انسانی طوق گلے کا ہار بن گئی ہے تو دوسری جانب مذہب کے نام پر صدیوں سے پرورش پانے والی برہمن سوچ نے شودر کو اُس مقام پر پہنچایا کہ جہاں پر انسانیت حیراں و پریشاں ہو جائے۔ یہ ناول اُن کیفیات کو اُجاگر کرتا ہے، جہاں انا پرستی، خود غرضی، حسد اور بے حسی نے انسانوں کو جانوروں سے بھی گرا ہوا مقام عطا کیا اور یقین دلایا کہ تمہارا یہ حق دراصل یہی قرار دیا گیا ہے۔

> "ہندوستان میں رہنے والے شودر بے بسی اور اپنی ذلت کے مسکن سے اس لیے سر نہ اُٹھا سکے کہ شودروں نے برہمنوں کی لازمی غلامی کو اپنا مقدر مان لیا تھا، گزرے ہوئے ماضی کے ظالم سب کی آنکھوں میں آنے والے وقت کے دیوتا تھے۔"[۱]

اس طبقاتی تفریق نے اُن افراد کو بہت متاثر کیا، جو اِس تفریق کے سخت مخالف تھے۔ سرزمینِ ہندوستان سرسبز و شاداب تھی، اس زمین میں جو بویا گیا۔ وہ جُز اپنی پوری طاقت سے ایک مضبوط درخت بنتا چلا گیا۔ یوں اِس طبقاتی تفریق کے اثرات دور دور تک پھیلتے ہی چلے گئے، اس منفی سوچ کے لوگوں کی نہ صرف شخصیت کو بُری طرح متاثر کیا، بلکہ اُن کی ذاتی زندگیوں کو بھی تلخ بنادیا۔ وہ زندگی کو اپنی فطرت پر قائم تھی لڑکھڑا کر رہ گئی، اس سوچ اور فکر نے "شودروں" کو ہلا کر رکھ دیا، ان کی شعوری سطح مکمل طور پر ختم ہو گئی تھی، انسانی سوچ ہمیشہ تبدیلی کی جانب گامزن رہتی ہے۔ ایک انسان کی زندگی کا کیا حاصل ہے، انسانی مجبوریاں اُسے سمجھاتی ہیں۔ سکھدیو کی سوچ قومیت اور فکر سے آزاد تھی۔ زمینی حقائق نے جو عدم توازن پیدا کیا تھا، اُس مخصوص تصورات نے ہندوستانی معاشرے کو ہلا کر رکھ دیا۔ جب کوئی انسان سچائی کی تلاش میں ہوتا ہے تو سماج اُسے باغی تصور کرتا ہے اور سچائی کی روشنی کو ہر حال میں دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ سکھدیو کے کردار نے اپنے اندر منافقت کو جگہ نہیں دی، یوں برہمن معاشرے نے ایک ایسی عورت کی محبت میں اُسے گرفتار کیا، جسے چھونے پر بھی دھرم بھرشٹ قرار پاتا ہے۔ ناول کا دوسرا اہم کردار اِسی عورت "کنول" کا ہے، جو خود تو اچھوت ہے، پر برہمن سے محبت کر بیٹھتی ہے، بدلتے حالات نے جب سکھدیو کو اور کنول کو سزا دی تو ہم دیکھتے ہیں کہ پرویت کی سزا ایک ایسا نفسیاتی حربہ اختیار کر جاتا ہے۔ جو صدیوں تک عمل پیرا ہوتا ہے۔

> "وہ مکار لڑکی سماج کے ایک ہونہار بیٹے کو اپنے دام میں پھنسا کر اسے بھرشٹ کرنے، اس کی آتما کا ستیاناس کرنے اور اسے سماج کے خلاف بغاوت کے لئے اکسانے کی مجرم ہے۔ تمہارے دل میں اس کے لیے کتنی ہی محبت کیوں نہ ہو۔ سماج کا قانون اسے قابلِ معافی نہیں سمجھتا، مہاراج اس لڑکی کی سزا تجویز کر چکے ہیں۔ اس کے ہاتھ پاؤں کر تمہاری جلتی ہوئی چتا میں پھینک دیا جائے گا۔"[۲]

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

سکھدیو کا اُٹھایا ہوا یہ قدم جو ایک معاشرے کے لے غیر معمولی تھا، اور جس نے آنے والے وقتوں میں گہرے اثرات مرتب کرنے تھے، آخر انسان اور انسانیت کی پہچان کرانی تھی۔ زندگی کی سچائی کیا ہے، اور انسان زندگی کو سمجھ جاتا ہے۔ نسیم حجازی نے ہندوستانی معاشرے کی وہ تاریک تصویر پیش کی جہاں انسانی جذبات واحساسات کو مکمل طور سے کچل دیا جاتا ہے۔ ظلم وستم کا جائز اور طبقاتی تقسیم کو مذہب کا درجہ قرار دیا جاتا ہے۔ ناول "انسان اور دیوتا" میں انسانی نفسیات اور جبلتوں کی مختلف انداز سے دکھایا گیا ہے، رومانیت، معاشرتی تقاضے اور مقاصد کو اُجاگر کیا۔

ہندوستانی معاشرہ تضادات سے بھرا ہوا تھا، مذہبی رنگ نمایاں تھا، اسے صرف اقتدار کا حاصل قرار دیا گیا تھا۔ یہ ناول انسانوں کی داخلی وخارجی کیفیات کو زندگی اور موت کے فلسفے پر پرکھتا ہے۔ انسان تخیل کی فضا کو اس لیے پسند کرتا ہے کہ اُسے وہاں سکون اور آرام محسوس ہوتا ہے، یہ اندازِ فکر زندگی سے راہِ فرار تو نہیں لیکن کچھ ضرورتوں کا سہارا ضرور بن جاتا ہے۔ گھٹن زدہ معاشرہ میں کوئی ایسا نظام موجود نہیں تھا، جو اُس کی جگہ لے لیتا، یوں کم ذات یعنی اچھوت اور شودر کے خون سے برہمنوں کا نظام چلتا گیا۔ تاریخ شاہد ہے، انسان کی سادہ لوح نے اُس کو عقل سے دور اُسے انسانیت سے گرا بھی دیا۔ زندگی کا فلسفہ اُس وقت سمجھ میں آتا ہے، جب فرد نشیب وفراز کی لہروں کا سامنا کرتا ہے۔ قربانی کی اصل حقیقت، بدلتے ہوئے حالات احساس کی گہرائی دلوں کو سمجھنا، غرض یہ سب عوامل اُس وقت کے ہندوستان سماج میں ناممکن تھے۔

> "اُونچی ذات والوں سے تمہاری جنگ اس لیے نہیں کہ انہوں نے انسانیت کے تمام حقوق تم سے چھین لیے ہیں، نہیں! تم صرف اپنے طاقتور آقاؤں سے چند مراعات چاہتے ہو اور وہ یہ کہ وہ تمہارے لیے اپنے مندروں کے دروازے کھول دیں تمہیں اپنے کنوؤں سے پانی پینے دیں۔ اپنے شہروں میں داخل ہونے دیں اور اپنی مورتیوں کی پوجا کرنے دیں۔"[۳]

اس ناول کی کہانی کا ارتقاء اپنی فطرت پر موجود ہے، مکالموں نے معاشرتی زندگی اور ثقافت کو نمایاں کیا۔ انسانی سوچ اگر مذہب میں سرایت کر جائے تو انسانیت کس رنگ میں ظاہر ہوسکتی ہے، یہی اس ناول کا خاص پہلو ہے۔ مذہبی تفریق نے انسان کو کُند ذہن بنا دیا۔ جہاں تک بات منظر نگاری کی ہے تو یہ ناول "انسان اور دیوتا" اپنی بہترین منظر نگاری کے ساتھ موجود ہے۔ انسان کی سماجی ومعاشرتی زندگی کو خاص موضوع بحث بنایا گیا۔ ایک جانب نہ صرف گہرا شعور نمایاں ہے بلکہ دوسری جانب انسانی بے بسی، ذہنی الجھاؤ اور زندگی کا اضطراب پوری طرح نمایاں ہے۔ فطرت کے رنگ نمایاں ہیں۔

> "ایک شام سکھدیو حسبِ معمول سیر کے لیے نکلا۔ آسمان پر بادل چھا رہے تھے اور ساون کی بھیگی ہوئی ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے بارش کی آمد کا پیغام دے رہے تھے۔ سکھدیو دریا کے کنارے ایک اُونچی چٹان پر کھڑا ہو کر بہتے ہوئے پانی کا دلکش منظر دیکھنے لگا۔"[۴]

نسیم حجازی نے اِس ناول میں نہ صرف تیکھے پن کے انداز کو اپنا کر اسے منفرد رنگ دیا، بلکہ ہندوستانی معاشرہ میں موجود رسم ورواج نے جس طرح انسانوں کو مایوس کیا تھا، اس نے ردِعمل کے طور پر جہدِ مسلسل کا کردار کی پرورش کی۔ ہندو معاشرے کی تہذیب، تمدن اور طرزِ معاشرت کا نقشہ بہت خوبی سے بیان کیا۔

عبدالمجید سالک لکھتے ہیں:

> "آج سے ہزاروں سال قبل معاشرت کا تصور کرنا اور اُس زمانے کے حالات پرانے انسانوں کے مشاغل، جذبات اور فطرت صحیحہ کی رہبری کے کرشموں کو محض تخیل کی مدد سے قلم بند کرنا بے انتہا مشکل کام ہے، لیکن نسیم حجازی اس مشکل کام میں بہت بڑی حد تک کامیاب ہوتے ہیں۔ انہوں نے محسوس کیا ہے کہ ہندوستان کی کھڑے پانی کی سی زندگی میں آج بھی ایسے گوشے موجود ہیں جن میں ہزارہا سال کے بعد بھی کوئی تغیر رونما نہیں ہوا انہوں نے اُونچی ذات والوں کے ہاتھوں اچھوتوں کی ویرانی، انسان کی طبعی شقاوت کی بیداری اور بُت پرستی اور عدم مساوات کے خلاف فطرت کا جو فسانہ لکھا ہے وہ محض زمانۂ قدیم کی تاریکیوں ہی کی داستان نہیں ہے، بلکہ آج بھی وسطِ ہند اور جنوبی ہند میں اس کے مظاہر آئے دن نظر آتے ہیں۔"[۵]

نسیم حجازی نے انسانیت کے دکھ بہت قریب سے دیکھے ہیں، ناول "انسان اور دیوتا" میں اُن حقیقتوں کو دکھایا ہے، جو نظروں سے اوجھل رہے ہیں۔ آج بھی ہندوستان کا معاشرہ بنیادی طور پر اُسی پیرائے میں موجود ہے۔ انسان کی زندگی جذبہ اور مسلسل عمل کو مانگتی ہے۔ مشکلات پر قابو پانا اور صبر کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دینا، ناول "انسان اور دیوتا" کا حاصل ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ نسیم حجازی، انسان اور دیوتا، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۱۱، ۱۲، ۱۷۔

۲۔ ن نسیم حجازی، انسان اور دیوتا، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص۸۸، ۸۶۔

۳۔ نسیم حجازی، انسان اور دیوتا، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۴۰۰۔

۴۔ نسیم حجازی، انسان اور دیوتا، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۶۲۔

۵۔ عبدالمجید سالک، قدیم اقوام ہند، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۲۲، ۲۳۔

☆☆☆☆☆